



# تفسیر سورۃ فاتحہ

خطابِ دل نواز

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری القادری رحمۃ اللہ علیہ

(21 ستمبر 1970ء، گراسی پارک مسجد، Grassy Park، ساؤتھ افریقہ)

ترجمہ

مولانا حامد علی علیمی

پیشکش



[www.deenemubeen.com](http://www.deenemubeen.com)

## فہرستِ موضوعات

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
۱۔	مقدمہ	3
۲۔	رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا ثمر	6
۳۔	سورۃ فاتحہ اور صفاتِ باری تعالیٰ	7
۴۔	انعام یافتہ بندے	8
۵۔	اسلام کا مقصد	9
۶۔	رفاقت و ہم نشینی کا معنی	10
۷۔	فرائض کی ادائیگی کا مقصد	11
۸۔	جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک مؤذن	11
۹۔	محبوبانِ خدا کی ہم نشینی کی برکات	12
۱۰۔	اللہ تعالیٰ کا بندے کے اعضاء بننے کا معنی	12
۱۱۔	اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کی تجلی	14
۱۲۔	رسول اللہ ﷺ مخلوق میں خلیفہ اعظم ہیں	14
۱۳۔	غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور بغداد کا حاکم	15
۱۴۔	خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور جادوگر	16
۱۵۔	مولانا عبد العظیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت	16
۱۶۔	اولیائے کرام کا بعد وفات تصرف کرنا	18
۱۷۔	سائنسدان کا تصرف کرنا	19
۱۸۔	تصرف کی تعریف اور اس کے درجات	19
۱۹۔	غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کا معجزہ	20

## مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُوَفِّقِ اَهْلِ السُّنَّةِ لِلْاِهْتِدَاءِ بِهٰذِي الْاَكْبَرَةِ الْمُجْتَمِعِينَ مَصَابِيحِ الطُّلَمِ وَهٰذَا الْاُمَّةِ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَامِعِ الْكُفْرَةِ وَالْمُبْتَدِعِينَ وَعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَأَصْحَابِهِ الْبَرَكَهَ الْكِرَامِ الْمُتَّقِينَ۔

اَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ پر قرآن کریم کو نازل کیا، جو قیامت تک تمام انسانوں کے لیے ذریعہ ہدایت و فلاح ہے، اس کی سورتوں میں سے ایک اہم و جامع سورت سورہ فاتحہ ہے اس مختصر سی سورت میں گویا قرآن کریم کے مضامین کا ذکر مفصلاً یا اجمالاً ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، ربوبیت، رحمت، مالکیت، استحقاقِ عبادت، توفیقِ خیر، بندوں کی ہدایت، توجہ الی اللہ، اختصاصِ عبادت، استعانت، طلبِ رشد، آدابِ دعا، صالحین کے حال سے موافقت، گمراہوں سے اجتناب و نفرت، دنیا کی زندگانی کا خاتمہ، جزاء اور روزِ جزاء کا مُصرِّح و مُفَصِّل بیان جبکہ جملہ مسائل کا اجمالاً، یہ وہ اُمور ہیں جنہیں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں ذکر کیا۔ حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری قادری رحمۃ اللہ علیہ نے تصور ”خلیفۃ اللہ“ کو بھی اسی سورت کے تحت، اپنے ایک (انگریزی) خطاب میں بیان کیا، چونکہ مترجم کے لیے یہ تفسیر کا ایک نیا پہلو تھا لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس کا ترجمہ کیا جائے تاکہ دیگر افراد بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔

اس واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساؤتھ افریقہ کے تبلیغی دورے میں، ۲۱ ستمبر ۱۹۷۰ء کو گراسی پارک کی مسجد میں انگریزی زبان میں ایک خطاب فرمایا جس کا عنوان ”سورہ فاتحہ کی تفسیر“ تھا، لہذا بعد میں ساؤتھ افریقہ میں اس خطاب کے ساتھ ساتھ آپ کے دیگر Audio خطابات کو کتابی صورت میں ”Islam to the Modern Mind“ کے نام سے پیش کیا گیا۔ ترجمہ کرتے وقت تحریری اور ریکارڈ شدہ (Audio) دونوں خطابات سے استفادہ کیا گیا ہے اور جو چیز دونوں میں سے کسی ایک میں زائد تھی مقدور بھر اسے برقرار رکھا گیا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت جو کام کیے گئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ حتی المقدور ترجمہ کو آسان زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- ۲۔ آیاتِ قرآنیہ کو حوالہ جات کے ساتھ، پھول دار بریکٹ میں، شامل متن کیا گیا ہے۔

- ۳۔ قرآنی آیات کا ترجمہ مشہور ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ سے کیا گیا ہے۔
- ۴۔ عربی عبارات (احادیث و اقوال) کو اعراب کے ساتھ لکھ کر ان کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔
- ۵۔ تسلسل عبارت میں حسن پیدا کرنے کے لیے عنوانات قائم کیے گئے ہیں تاکہ قاری کی دلچسپی برقرار رہے۔
- ۶۔ تحریری اور ریکارڈ شدہ (Audio) خطاب دونوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- ۷۔ خطاب میں موجود مکرر جملوں کو شامل متن نہیں کیا گیا۔
- ۸۔ کتاب میں موجود اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے، مثلاً تحریری خطاب میں بعض جگہ کچھ اقوال کو حدیث قرار دیا گیا ہے جو کہ درست نہیں، جبکہ ریکارڈ شدہ (Audio) خطاب میں اسے ایک قول ہی بیان کیا گیا ہے۔
- ۹۔ بعض اہم امور کو کتاب سے حذف پایا جو کہ ریکارڈ شدہ (Audio) خطاب میں تھے، لہذا انہیں بھی شامل متن کر لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانیں کہ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے، تاہم ایسا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ان خطابات کو کتابی صورت دینے والے عالم نہ تھے۔
- ۱۰۔ یہ ترجمہ ایک مقدمہ، انتساب اور فہرست موضوعات پر مشتمل ہے۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

اس پر مزید کام کی بھی ضرورت ہے مثلاً احادیث، اقوال اور واقعات کی تخریج کی جائے تاکہ مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت علمی کا اندازہ کیا جاسکے۔ ان سب کوششوں کے باوجود مترجم کو اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا پورا احساس ہے لہذا اس ترجمہ میں جو حسن و خوبی نظر آئے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اسکے رسول مقبول ﷺ کی نظر کرم اور بزرگان دین و اولیائے کاملین خصوصاً مولانا انصاری اور آپ کے شیخ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہے، اور اس میں جو غلطی یا خامی نظر آئے وہ یقیناً مترجم کی طرف سے ہے اور اس سے مولانا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بالکل بری ہے۔

آخر میں قارئین سے گزارش ہے کہ مترجم، اس کے والدین و اساتذہ اور امت مرحومہ کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں۔  
اللہ تعالیٰ زلتِ فکر و قلم سے محفوظ فرما کر اصابۂ فکر و قلم عطا فرمائے، آمین!

بجاء النبی الامین ﷺ

الراجی الی لطف ربہ العیسیٰ

حامد علی عیسیٰ (غفر لہ و لوالدہ)

25 ستمبر 2010ء، بروز ہفتہ

## سورۃ فاتحہ کی تفسیر

## سورۃ فاتحہ اور خلیفۃ اللہ

## سورۃ فاتحہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (1) الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (2) الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (3)  
 مُلِكِ يَوْمِ الدِّينِ (4) إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (5) اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (6)  
 صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ طَغْيِرَ الْبَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (7)

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا  
 ”سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے والوں کا بہت مہربان رحمت والا  
 روز جزا کا مالک ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ  
 ان کا جن پر تو نے احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہو اور نہ بہکے ہو وں کا۔“

## خطبہ مسنونہ:

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَتُؤْمِنُ بِهِ وَتَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا  
 مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا  
 وَنَبِيَّنَا وَحَبِيبَنَا وَشَفِيعَنَا وَطَبِيبَ قُلُوبِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الَّذِي أَرْسَلَ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَإِلَى الْخَلْقِ عَامَّةً  
 بِشِيرٍ أَوْ تَنْذِيرٍ أَبَيْنَ يَدَى السَّاعَةِ۔

(ترجمہ: تمام خوبیاں اللہ کو، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں  
 اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے بُرے  
 اعمال سے، جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کرے اسے کوئی راہ دینے والا نہیں، اور ہم  
 گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ  
 ہمارے سردار، ہمارے نبی، ہمارے محبوب ہمارے شفیع ہمارے (پیارے) دلوں کے طبیب اور ہمارے آقا محمد ﷺ اس  
 کے بندے اور رسول ہیں جنہیں تمام انسانوں اور تمام کائنات کے لیے خوشخبری دینے اور ڈر سنانے والا بنا کر قیامت سے  
 پہلے بھیجا گیا۔)



قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي شَأْنِ حَبِيبِهِ: (إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) (ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کی شان میں فرماتا ہے: ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو۔“)

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَزِدْ وَتَقَفَّلْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِ السَّادَاتِ وَأَفْضَلِ الْمُجُودَاتِ وَأَشْرَفِ الْمُجُودَاتِ وَأَحْسَنِ الْمُجُودَاتِ وَأَكْرَمِ الْمُجُودَاتِ وَأَجْمَلِ الْمُجُودَاتِ وَأَكْمَلِ الْمُجُودَاتِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى جَمِيعِ مَلَائِكَتِهِ الْمُعْصُومِينَ وَعَلَى جَمِيعِ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ ○ (ترجمہ: اے اللہ درود و سلام، خوب رحمتیں اور برکتیں نازل فرما اُن پر جو تمام سرداروں کے سردار، تمام موجودات (کائنات) میں سب سے افضل، سب سے زیادہ شرف والے، سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ عزت والے، سب سے زیادہ جمیل اور سب سے زیادہ کامل ہیں، یعنی ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ اُن پر، تمام نبیوں اور رسولوں پر، تمام معصوم فرشتوں پر اور اپنے تمام نیک بندوں پر رحمت نازل فرمائے۔)

أَمَّا بَعْدُ: لقد قال الله تبارك وتعالى في كلامه القديم العظيم:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ)

صَدَقَ اللَّهُ مَوْلَانَا الْعَظِيمُ وَبَدَّلَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْحَبِيبُ الْكَرِيمُ وَنَحْنُ عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ وَالشَّاكِرِينَ.

### رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا ثمر

جو آیت تلاوت کی گئی اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) (n)

ترجمہ: ”اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ (سورہ آل عمران: آیت: ۳۱)

یعنی: اپنی نظریں، توجہ، دل، جذبات اور احساسات میری پیروی کرنے میں لگا دو، نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا دوست بنالے گا۔ یہ آیت مسلمان کی اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کی مسلمان سے محبت کے بارے میں بتاتی ہے، اس کا کیا معنی ہے؟ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ایک سچے معبود، اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں تو ہم اس سے اپنا تعلق بھی جوڑ سکتے ہیں، ہم کسی ایسی ہستی پر ایمان نہیں لائے جس سے رحمتیں اور انعام حاصل نہیں کر سکتے، نہ ہی کسی ایسی ہستی پر ایمان لائے ہیں جو محض دُور ایک قوت یا طاقت ہے جسے ہم سے کوئی سروکار نہیں ہے، یا اگر کوئی سروکار بھی ہے تو صرف ایسا جیسا کہ ایک حاکم کو اپنی رعایا کے ساتھ۔ نہیں۔۔۔! نہیں۔۔۔! ایسا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ حاکم، خالق، بدیع (یعنی: بغیر کسی نمونے کے چیزوں کو پیدا کرنے والا) اور ہادی ہے، کائنات کی ہر چیز پر اس کا اختیار ہے، وہ بہت بلند، عظیم، لا محدود اور ہم سے بہت مختلف ہے، ان صفات کے باوجود بھی وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ وہ ہم سے محبت اس لیے کرتا ہے کیونکہ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اسے ایک آسان مثال سے سمجھئے کہ اگر کوئی کاریگر (آرٹسٹ) کوئی فن پارہ پوری عقیدت و محبت سے بناتا ہے تو وہ کبھی بھی اپنے فن پارے کو کسی بھی قسم کا نقصان نہیں ہونے دے گا، اسی طرح اگر ہم کچھ بناتے یا اپنے پاس رکھتے ہیں تو اسے کسی بھی قسم کا نقصان ہونے سے بچاتے ہیں کیونکہ ہم اس میں اپنی توانائی، دل اور روح کو دخل دیتے ہیں ہمیں اس چیز سے شعوری یا لاشعوری طور پر محبت ہوتی ہے۔ پھر ہم کیسے یہ تصور کر سکتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور اچھی صورت پر بنایا، جیسے کہ وہ ارشاد فرماتا ہے: (لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ) (ترجمہ: ”بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔“) (سورۃ تین: آیت: ۴)۔ مگر وہ نہ تو ہم سے محبت کرتا ہے اور نہ اسے ہم سے کوئی سروکار ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح پیدا فرمایا ہے تو یقیناً وہ اس سے محبت کرے گا اور وہ محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے تعلق، رحمت و محبت کا ہے۔

### سورۃ فاتحہ اور صفاتِ باری تعالیٰ

قرآن مجید کی ابتدا میں بسم اللہ شریف میں اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو محبت والی صفات کے ذریعہ اس طرح سے متعارف کرتا ہے کہ وہ (الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ) (یعنی وہ نہایت مہربان اور رحم والا) ہے۔ دوسری آیت میں وہ ارشاد فرماتا ہے: (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) (ترجمہ: ”سب خوبیاں اللہ کو جو پروردگار سارے جہان کا۔“) یہاں دوبارہ ہم صفتِ محبت کو دیکھتے ہیں کیونکہ لفظ ”رب“ کا معنی ہے پروردگار، پالنے والا، حفاظت کرنے والا، پرورش کرنے والا اور مقصد کی طرف رہنمائی کرنے والا وغیرہ۔ یہ ”رب“ کے وظائف ہیں اور یہ وظائف محبت کے بھی ہیں، پھر وہ تیسری آیت میں دوبارہ دہراتا ہے کہ وہ

(الْمُحْسِنِينَ الرَّحِيمِ) (نہایت مہربان رحم والا) ہے۔ چوتھی آیت میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ (مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ) (روزِ جزا کا مالک) ہے، وہ اس دن ہمارے اُن اعمال کا حساب لینے والا ہے، جنہیں ہم نے دنیا میں کیا۔ پھر وہ ہمیں اسی سورۃ فاتحہ ہمیں میں بلاتا ہے کہ ہم اس کی بارگاہ میں پہنچیں اور اس کی رحمتیں لیں، اور وہ ہمیں تسلی دیتا ہے کہ ”مجھے کسی ایسے انسان کی طرح گمان نہ کرنا جو اونچے مرتبہ پر پہنچ گیا اور اس سے رابطہ ناممکن ہو گیا ہو، باوجود اس حقیقت کے کہ میں ہمیشہ سے بلند و برتر ہوں اور یہ کہ میں تمہارا مالک اور معبود ہوں، میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تم میری بارگاہ میں آتے ہو۔“ مؤذن کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی طرف روزانہ، ہر مسجد سے بلاتا ہے ”سُبْحَانَكَ عَلَى الصَّلَاةِ“ (آؤ نماز کی طرف) ”سُبْحَانَكَ عَلَى الْفَلَاحِ“ (آؤ فلاح کی طرف) میں، مؤذن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاتا ہے کہ ہم اس کی بارگاہ میں پہنچیں اور خیر کا سوال کریں۔ اسی طرح ہمیں سورۃ فاتحہ کی پانچویں آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے: (إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) (ترجمہ: ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں)۔ ہم یہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی وفاداری کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہم باغی نہیں ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس آیت کے ذریعے اس بات کی تصدیق کرتے ہیں، پھر ہم اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتے ہیں مدد کس چیز میں۔۔۔؟ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی سے ہر چیز کا سوال کریں اگرچہ بہت معمولی سی ہی ہو۔ مگر یہاں اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سکھا رہا ہے کہ ہم اس سے اعلیٰ خواہش کا سوال کریں جبکہ ادنیٰ کو ہمارے اختیار پر چھوڑ دیا، وہ اعلیٰ خواہش آیت نمبر چھ میں ہے: (إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ) (ترجمہ: ”ہم کو سیدھا راستہ چلا“) یعنی: ہمیں برزگی، کامیابی حکمت اور خوبصورتی کے راستے پر چلا۔

یاد رہے: ”إِهْدِنَا“ کا معنی صرف ”ہمیں راستہ چلا“ ہی نہیں ہے کیونکہ ہدایت کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو معنی یہ ہوتا ہے کہ اس راہ پر بھی ہماری راہنمائی فرما کہ ہم اس ”مقصد“ تک پہنچنے کے قابل ہوں، اور مقصد کیا ہے۔۔۔؟

### انعام یافتہ بندے

وہ ”مقصد“ سورۃ فاتحہ کی ساتویں آیت میں ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ (صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ) (ترجمہ: ”راستہ اُن کا جن پر تو نے احسان کیا“)، کون ہیں یہ احسان و انعام یافتہ لوگ؟ قرآن مجید واضح طور پر بتاتا ہے: (وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا)۔



(ترجمہ: ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔“) (سورۃ نساء: آیت: 69)

- (۱) وہ انعام یافتہ بندے، حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن میں آخری نبی، رسول اللہ ﷺ ہیں۔
- (۲) اور ان کے بعد دوسرے درجہ میں صدیقین ہیں، وہ لوگ جو اپنے افکار، اقوال و افعال میں سچائی کا مجسمہ ہوتے ہیں، یہ لوگ نبی نہیں ہوتے بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ”سچائی“ کو اس حد تک اپنی ذات میں سمایا کہ ان میں کوئی کمی و نقص نہیں ملتا۔
- (۳) تیسرا درجہ ”شہداء“ کا ہے، وہ لوگ جنہوں نے حق کی خاطر، محبت سے سرشار ہو کر اپنی جانیں، اللہ تعالیٰ کے لیے قربان کر دیں۔
- (۴) چوتھا درجہ ”صالحین“ (نیک لوگوں) کا ہے، جنہوں نے اپنی زندگیاں اچھے طریقے سے، خدائی ضابطہ حیات کے مطابق گزاریں۔

### اسلام کا مقصد۔۔۔!

اسلام اس لیے نہیں آیا تھا کہ اس کے ماننے والے ایسے ہوں جو صرف نام کے یا رسماً ”مسلمان“ ہوں کہ بعض عبادات بجالاتے ہیں، یا وہ مسلمان، کچھ عقائد کے نقطہ نظر سے ہوں، مگر ان کی بنیاد پر وہ عمل نہ کریں، جس کا یہ عقائد تقاضا کرتے ہیں۔ اسلام اس لیے آیا تھا کہ انسان کی خراب حالت کو تبدیل کرے تاکہ وہ ان مذکورہ چار درجات میں سے کسی ایک درجہ والوں کا ”رفیق و ہم نشین“ ہو سکے۔ آدمی اپنی سنگت سے پہچانا جاتا ہے، اسی لیے ان چار درجات میں سے کسی ایک کے ساتھ ہونے کے لیے، فرد کو اللہ تعالیٰ کا بندہ صادق ہونا پڑے گا۔ کچھ لوگ اس مذکورہ آیت کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ ایک اچھا مسلمان بننے سے کوئی شخص (خود سے) نبی بھی بن سکتا ہے۔ یہ لوگ گمراہ ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ ”نبوت“ ختم ہو چکی ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری نبی مبعوث کیے گئے ہیں۔ کوئی بھی شخص اپنے ”مجاہدات“ (عبادات و ریاضات) سے نبی نہیں بن سکتا کہ نبوت محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الزمان خاتم النبیین ﷺ تک تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا کی گئی۔

## رِفاقت و ہم نشینی کا معنی۔۔۔!

بلکہ اس آیت میں مراد ”رِفاقت و ہم نشینی“ ہے، مثلاً اگر لوہے کا ایک ٹکڑا مقناطیس کے ساتھ رہے تو وہ مقناطیسی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کچھ نئی صفات حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح ایک مالی، خوشبودار پھولوں میں رہے تو وہ خود ان پھولوں میں رہنے کی وجہ سے خوشبو پاتا ہے، یہ ہے معنی ”رِفاقت و ہم نشینی“ کا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے سوال کریں (صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ط) (ترجمہ: ”راستہ اُن کا جن پر تو نے احسان کیا“)۔ میرے عزیز دوستو! موضوع بہت مشکل ہے مگر میں کوشش کر رہا ہوں کہ آپ اسے آسانی سے سمجھ لیں اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں اور بار بار غور و فکر کریں۔

کیا اسلام صرف اس لیے آیا تھا کہ ہم پر فرض نماز کی بے سمجھے، ادائیگی مقرر کرے؟ یا ہم کچھ مذہبی رسموں (مثل روزہ و نماز) کی ادائیگی کریں اور اپنے اندر کوئی تبدیلی نہ پائیں باوجود یہ کہ نماز پڑھ چکے ہیں؟ کیا اسلام اس لیے آیا تھا کہ رمضان کے مہینے میں ہم پر روزوں کی مشقت نافذ کرے، معاذ اللہ! کیا اللہ تعالیٰ ہمیں مشقت میں ڈال کر خوش ہوتا ہے؟ اس نے قرآن میں واضح ارشاد فرمادیا:

(وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ط هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ط هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ط مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ)۔

(ترجمہ: ”اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی تمہارے باپ ابراہیم کا دین اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تاکہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہی دو۔“) (سورہ حج: آیت: 78)

اللہ تعالیٰ نے اسلام اس لیے بھیجا تاکہ اس کے ماننے والے اللہ تعالیٰ کے وجود کے گواہ بن سکیں اور اس روحانی نظم و ضبط کے گواہ جو اس دنیا میں ہے۔ شہداء شہید، شاہد، مشاہدہ، شہود، مشہود جیسے تمام الفاظ ”شہد“ (بمعنی گواہی دینا) سے بنے ہیں۔ کوئی آدمی اس وقت تک (کسی چیز کا) گواہ نہیں ہو سکتا جب تک اس نے ”اُس چیز“ کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ کورٹ میں قاضی، گواہ سے پوچھتا ہے کہ تم جس امر کی گواہی دے رہے ہو کیا تم نے اسے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے

یابہ محض الزام ہے؟ اگر وہ گواہ کہے کہ میں نے اسے خود دیکھا اور اس کا مشاہدہ کیا ہے، پھر تو اس کی گواہی قابل سماعت ہوتی ورنہ نہیں۔

پھر انسان، کس کو اسلام کی صداقت کا ”گواہ“ تسلیم کرے گا؟ یقیناً اسے کہ جو صفاتِ باری تعالیٰ کے جلووں کا دیدار کر لینے کا دعویٰ کرے اگرچہ اس نے ذاتِ باری تعالیٰ کا دیدار نہ کیا ہو، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے افعال (صفات) کا گواہ ہے۔ جب تک کوئی شخص اس ”مرتبہ“ کو نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس نے اسلام کی اس شرط کو پورا نہیں کیا جس کے لیے اسلام آیا ہے یعنی (وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ) (اور تم لوگوں پر گواہی دو)۔

### فرائض کی ادائیگی کا مقصد۔۔۔!

ہمارا کام نماز اور ماہِ رمضان کے روزوں کو محض رسماً ادا کرنا نہیں، یقیناً یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرائض ہیں بلکہ ہمیں (لوگوں پر) گواہ بننے، ذاتی اور براہِ راست مشاہدہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے لیے ان کو ادا کرنا ضروری ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی امت ہوئے ہیں۔

### حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک مؤذن

آئیے تاریخ سے اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں، بغداد میں سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ اور اللہ تعالیٰ کے ایک بہت بڑے ولی سیدنا جنید رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ وَقَدْ سَمِعَ اللهُ تَعَالَى سِرَّهُ (۹۱۰ء/ ۲۹۷ھ) رہا کرتے تھے ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے پاس سے گزر رہے تھے کہ آپ نے اذان سنی، جب مؤذن نے ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جاکر مؤذن کو گردن سے پکڑا اور فرمایا: ”تُو جھوٹا ہے“، مؤذن کانپنے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حضرت سیدنا جنید رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم دین اور اللہ کے ولی ہیں، آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اللہ کو دیکھا ہے تم یہ کیسے کہتے ہو کہ ”میں گواہی دیتا ہوں“ کیونکہ گواہی دینا ”ذاتی مشاہدہ“ پر ہوتا ہے، اور اگر تم نے مشاہدہ نہیں کیا تو تمہارا کیا حق ہے کہ تم کہو ”میں گواہی دیتا ہوں“، آپ رحمۃ اللہ علیہ جس وقت مؤذن کے پاس تشریف لائے تو اس وقت ”حال“ (وجد کی حالت) میں تھے (لہذا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی مواخذہ نہیں)۔ ایک دانا شخص نے، جو یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا، مؤذن سے کہا: انہیں یہ جواب دو کہ میں یہ اعلان اس

ذاتِ گرامی کی طرف سے کر رہا ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، لہذا میں جھوٹا نہیں ہوں۔“

قرآن کریم کی اس آیت کو دوبارہ پڑھیں: (قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ)۔  
(ترجمہ: ”اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔“)  
(سورۃ آل عمران: آیت: 31)

### محبوبانِ خدا کی ہم نشینی کی برکات

یہ تمام درجے، محبوب لوگوں کے ہیں جو حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، انسان میں کیا تبدیلی آتی ہے جب وہ (عورت یا مرد) اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں (دوستوں) میں سے ہو جاتا ہے؟ یہ امر بہت اہم ہے، اسے ایک حدیثِ قدسی میں بتایا گیا جسے صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث میں محدثین نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ((وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَنْشَوِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لِأَعْطِيَنَّهُ)) یعنی: ”میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست بنا لیتا ہوں تو اس کے کان (کی قدرت) بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ (کی طاقت) بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ (کی قوت) بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں (کی طاقت) بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور عطا فرماتا ہوں۔“ (آخر جہ البخاری فی صحیحہ فی الرقاق)۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے یہ زائد الفاظ روایت کیے: ((وَلِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ، وَقَلْبَهُ الَّذِي يَعْقِلُ بِهِ)) یعنی: ”اور اس کی زبان (کی قوت) بن جاتا ہوں جس سے وہ بات کرتا ہے اور اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے۔“

### اللہ تعالیٰ کا بندے کے اعضاء (کی طاقت و قدرت) بننے کا معنی۔۔۔!

ہم مسلمان جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لا محدود اور غیر منقسم ہے وہ کسی میں حلول نہیں کرتا، بلکہ اُس کا ”آنکھ (کی طاقت) بن جانے“ سے مراد یہ ہے کہ پھر کوئی چیز کائنات میں اُس آنکھ سے پوشیدہ نہیں رہتی، اُس کا ”کان (کی قدرت) بننے“ سے مراد یہ ہے کہ پھر کائنات میں کوئی آواز اس کان سے پوشیدہ نہیں رہتی، جب اللہ تعالیٰ ”پاؤں (کی طاقت) بن جائے“ تو پھر



کائنات میں کوئی ایسی جگہ نہیں رہتی جہاں وہ ”پاؤں“ نہ جاسکیں، جب وہ ”زبان“ (کی قوت) بن جائے تو پھر وہ زبان اگر کہے کہ ایسا ایسا ہونے والا ہے تو وہ ضرور ہوتا ہے۔

میرے عزیز دوستو! یاد رکھئے یہ ہے اسلام کا ”مقصد“، جو ہمارے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ یہ نہ سمجھئے گا کہ اس میں کسی قسم کے ”شرک“ کا نام و نشان ہے کیونکہ انسان، انسان ہی رہتا ہے اور خدا، خدا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔ (بلا تشبیہ و تمثیل) ایک مثال سے سمجھئے Convex lens (یعنی: محدب عدسے / انعطافی شیشہ) میں نہ تو روشنی ہوتی ہے اور نہ ہی حرارت کہ وہ ایک بے جان اور تاریک چیز ہے۔ اس (Convex lens) کو سورج کے سامنے کریں تو ایک چھوٹا سا سورج ظاہر ہوگا، آپ اپنی ہتھیلی یا کاغذ اس کے نیچے کریں تو وہ ہاتھ یا کاغذ کو جلانے لگے گا۔ یہ چھوٹا سورج جو ہتھیلی پر بنا، دراصل، اصلی سورج کی شبیہ ہے اپنی شکل و عمل میں چندھیانے والی چمک کہ جس پر ہم اپنی آنکھیں نہیں جماسکتے کہ یہ ان کے لیے مضر ہیں، مگر اپنی حقیقت میں یہ ایسا نہیں ہے، یہ تو صرف ایک شبیہ ہے جو ہاتھ کی سطح پر بنی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سورج، روشنی اور حرارت رکھتا ہے، یہ چھوٹا سورج بھی، روشنی اور حرارت رکھتا ہے مگر خود سے وجود نہیں رکھتا (یعنی: قائم بالذات نہیں)۔ یہ حقیقی سورج کے رہنے تک رہتا ہے، جب تک حقیقی سورج، Convex lens کو غذا (روشنی و حرارت) دیتا رہے یہ مصنوعی سورج رہے گا، اور اگر Convex lens کو ہٹالیا جائے تو یہ بھی چھپ جائے گا۔

اسی طرح جب وہ Convex lens، جو یہاں (ہمارے بدن میں) ہے۔ یعنی روحانی دل، اور یقیناً جسمانی دل بھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، اس لینس کے ارتکاز اور عکس کی طاقت بڑھتی ہے، یہ آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ (کی بارگاہ) سے نور و تابانی لیتا ہے اور اسے (اپنے اندر) جذب کرتا ہے، جیسا کہ اس امر کے بارے میں کہا گیا کہ ”قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ“ یعنی: مؤمن کا دل، اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور اسے لازماً ایک متحرک عرش بنانا چاہیے کہ یہ اسلام کا ”مقصد“ ہے۔ جب یہ صفات آہستہ آہستہ باقاعدہ طریقہ سے جذب ہو جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي) (ترجمہ: ”اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ“) (سورۃ طہ: آیت ۱۴)، اور فرماتا ہے: (فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ) (ترجمہ: ”تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا“) (سورۃ بقرہ: آیت ۱۵۲)

## اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کی تجلی

محبت طرفین میں باہمی و ایک دوسرے پر منحصر ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ہم سے شدید محبت کا نتیجہ ہے کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعہ ہم (گناہگاروں) کو یہ بتایا کہ اے حبیب! میرے بندوں سے کہہ دو کہ جب وہ میری جانب ایک قدم بڑھتے ہیں تو میری رحمت ان کی طرف دس قدم بڑھ کر آتی ہے، یہ ”حقیقی محبت“ ہے اور وہ ہم سے بہت محبت کرتا ہے۔ یقیناً ہم میں بہت سے اس کی محبت کے لائق نہیں ہیں، یہ ہمارا اپنا ”نقصانِ عظیم“ ہے۔ ہم نہ تو اُسے کوئی نقصان دے سکتے ہیں نہ ہی اُس کی عظمت و بزرگی میں کچھ کمی یا زیادتی کر سکتے ہیں، وہ بے نیاز، بادشاہِ مطلق اور ہر چیز سے غنی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس راستہ کو بیان فرمایا وہ یہ ہے ”تَخْلُقُوا بِأَخْلَاقِي اللَّهِ“ یعنی: ”اللہ تعالیٰ کے اخلاق (صفات) اپناؤ۔“ یہ شرک نہیں بلکہ حقیقی توحید ہے جو اپنی صحیح معرفت کا تقاضا کرتی ہے یہ کام خلیفۃ اللہ کا ہے جیسا کہ Convex lens سورج خلیفہ کا ہے۔ جب آدمی ”خلیفۃ اللہ“ بنتا ہے تو وہ اپنے مرتبہ طاقت کو محسوس کرتا ہے علم نباتات میں ہر ”بیج“ اپنے سے نکلنے والے پودے پر مشتمل ہوتا ہے یعنی صلاحیت رکھتا ہے، اسی طرح انسان میں خلیفۃ اللہ ہونے کی صلاحیت ہے، ایک مرد یا عورت کو خلیفۃ اللہ بننے کے لیے اپنے آپ کو اسلامی ضابطہ ہدایت کے تحت تعمیر کرنا پڑے گا۔

## رسول اللہ ﷺ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں

اسلام اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا خزانہ ہے ہم اس لازوال خزانہ سے صرف اُس وقت فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جبکہ ہم محبوبِ کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں اُن سے شدید محبت کریں اور آپ ﷺ کے حقیقی اسوہ حسنہ پر عمل کرنے والے بن جائیں، ایک مسلمان حقیقی معنوں میں رسول اللہ ﷺ کی حقیقی اتباع کرنے والا ہے اس کے سوا پھر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

(تَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

(ترجمہ: ”بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔“) (سورۃ احزاب: آیت 21)

(آیت میں مذکور) ”اسوہ یا نمونہ“ وہ چیز ہے جس کی پیروی کی جائے، اس جذبہ کے تحت کہ اس جیسا ہوا جائے، ایک نمونہ (Sample) کسی فیکٹری میں ایک بڑی پیداوار کے لیے دیا جاتا ہے تاکہ اس جیسی مزید پروڈکٹس تیار کی جاسکیں۔

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت ایک عملی نمونہ ہے اور ایک مسلمان کو پوری کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اس عملی نمونہ کی طرح اپنے آپ کو بدلے۔ وہ کیا صفات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس عملی نمونہ میں رکھا ہے؟ آپ ﷺ سورج کو روک سکتے ہیں، چاند کو دو ٹکڑے کر سکتے ہیں، یا آپ ﷺ خلا کو حکم دیں تو وہ راستہ دے دیتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے مالک عزوجل کے حضور پہنچ جائیں۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ سب سے زیادہ کامل خلیفۃ اللہ ہیں اور آپ ﷺ کی ذات اس چیز کو شامل ہے جسے قرآن کریم کہتا ہے:

(وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ط)

(ترجمہ: ”اور تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں“۔) (سورۃ جاثیہ: آیت 13)

آپ ﷺ اس مہارت کے مجسم تھے اسی لیے خلیفۃ اللہ اور ایک مکمل عملی نمونہ ہیں، ہر اس شخص کے لیے جو خلیفۃ اللہ بنا چاہتا ہے۔ مگر ہم مسلمان، ایک چھوٹے سے کیڑے کی طرح ہو گئے ہیں جو زیر زمین آبنائوں (نالیوں) میں (دنیا سے بے خبر) ریختا ہے، نیز ہم سمجھتے ہیں کہ ہم اس طرح کی جہالت و لاپرواہی والی زندگی گزار کر، بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ یاد رکھیے! یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ ہماری اپنی ذمہ داری ہے کہ حقیقت کو سمجھیں۔

### غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور بغداد کا حاکم

یہ وہ چیز ہے جس کی تعلیم کے لیے اسلام آیا اور ہمارے اسلاف کرام نے اس کو مانا اور اس پر عمل کیا، جب ہم اپنے اسلاف کے بارے میں سنتے ہیں جیسے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں، تو ہم حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بغداد کے حاکم نے، جو اپنی رعایا کے ساتھ نہ تو عدل و انصاف قائم کر رہا تھا اور نہ ہی سلطنت کے امور سہی طور پر چلا رہا تھا، جب حضور سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت کا چرچہ سنا اور دیکھا کہ آپ لوگوں میں ایک بلند مقام حاصل کر چکے ہیں تو وہ، حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو تھیلیاں اشرفیوں کی لے کر حاضر ہوا اور اُس نے وہ تھیلیاں حضرت کے سامنے رکھ دیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں کیا ہے؟ حاکم نے عرض کی: یہ ایک حقیر سا تحفہ ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ کیوں لائے ہوں؟ اُس نے عرض کی: حضور! میں یہ آپ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے لایا ہوں کیونکہ آپ روحانی بادشاہ ہیں اور میں ایک (دنیا کا) عارضی بادشاہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اگر تم یہ مانتے ہو کہ میں ایک روحانی بادشاہ ہوں تو پھر تمہیں مادی طریقے کے بجائے روحانی طریقے سے خراج عقیدت پیش کرنا چاہیے۔ یہ ہیں خلیفۃ

اللہ جو کسی بھی دنیاوی حاکم یا بادشاہ وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور آوازِ حق بلند کر دیتے تھے۔ بہر حال حاکم نے اصرار کیا کہ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اس کا تحفہ قبول کر لیں جبکہ حضرت جانتے تھے کہ یہ حاکم حقیقت سے لاعلم ہے۔ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں تھیلیوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور انہیں دبایا تو ان تھیلیوں سے خون بہنے لگا۔ حاکم تھر تھرانے لگا، تو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت سے کس قدر غافل ہو کہ اپنی رعایا کا خون چوستے ہو اور وہ خون اس کے پاس لاتے ہو جسے تم اللہ کا بندہ سمجھتے ہو، حاکم کپکپاتا رہا جب اس کے حواس بحال ہوئے تو عرض کی: حضور میں (توبہ کرتا ہوں اور) آپ کے حکم کے مطابق عمل کروں گا، یہ ہے خلیفۃ اللہ۔۔۔!

### خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور جادوگر

سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ رسالت ﷺ سے اذن ملا کہ اجمیر (بھارت) میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ وہاں کے ہندو حاکم نے اپنے سب سے بڑے ہندو جوگی اچے پال کو بلایا کہ وہ خواجہ صاحب سے ان کی اجمیر آمد پر آمنے سامنے ایک مقابلہ کرے۔ اس جوگی نے حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مقابلہ کے لکارا اور کہا: میں ہوا میں اڑ سکتا ہوں، اب دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے کون دور تک اڑ سکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا: اچھا واقعی تم اڑ سکتے ہو، اڑو، کہا جاتا ہے جوگی اس کے بعد ہوا میں اڑ گیا، حضرت سیدنا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کھڑانوں (لکڑی کی چپلوں) کو اس کے پیچھے اڑنے کا حکم دیا کہ اس کے سر پر ماریں اور اسے نیچے لائیں، یہ واقعہ حقیقتاً ہوا تھا۔ ہمیں یہ خیال آ سکتا ہے کہ یہ ماضی کی کہانیاں ہیں اس کا کیا ثبوت ہے، اگر یہ تاریخ کے ثابت شدہ حقائق، من گھڑت ہیں تو پوری تاریخ من گھڑت ہے لہذا نہ تو اس کی تعلیم دیں اور نہ اسے سیکھیں۔

### مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

آپ کو مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتاتا ہوں، جو ایک بہت بڑے عالمِ دین، مقرر اور عظیم مبلغ تھے۔ میں حضرت کے ساتھ 1949ء تا 1950ء کے دوران عالمی دورے پر تھا، مشرقِ وسطیٰ، یورپ اور شمالی و جنوبی امریکہ کا دورہ کرنے کے بعد ہم فلپائن کے مشہور شہر قتابتو (Qutabatu) گئے، فلپائن ایک ایسا ملک ہے جہاں طوفانی بارش کثرت سے ہوتی ہے، ایک شام ایک کھلے میدان میں ایک محفل کا انعقاد کیا جانا تھا، جسے مغرب کے بعد شروع ہونا تھا، ایسی محفل جس میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں کے لیے شرکت کی اجازت تھی۔ ظہر کے بعد کالے بادل چھا گئے اور



عصر تک حالات ایک بڑے طوفان کے آثار کے ساتھ خراب ہو گئے۔ ہم ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے، عصر کے بعد میں اپنے مرشد مولانا عبد العظیم صدیقی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کچھ آرام فرما چکے تھے، ہم شام کی چائے پی رہے تھے اور وہاں حضرت کے پاس دیگر مقامی لوگ بھی آئے ہوئے تھے، میں نے اپنے مرشد سے کالے بادلوں، بجلی کی کڑک اور آنے والے طوفان کے بارے میں عرض کی، تو آپ رحمہ اللہ نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور فرمایا: ”میرے پیارے بیٹے تم کیوں پریشان ہو؟ ہم یہاں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے، زمین اس کی ملکیت ہے اور جو لوگ آئیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اگر وہ چاہتا ہے کہ میں اس کا پیغام پہنچاؤں، تو یہ ہو گا۔“

مغرب کے بعد ہم میدان کی طرف گئے جہاں ایک بہت بڑا مجمع انتظار کر رہا تھا، جو وہاں تقریباً تین بجے کے بعد سے جمع ہونا شروع ہوا تھا، صوبہ کا گورنر جو کہ مسلمان اور صدرِ محفل تھا، وہ وہاں موجود تھا، ایک رومن کیتھولک مہمان خصوصی اور دیگر مہمان بھی وہاں تھے۔ محترم المقام مولانا عبد العظیم صدیقی رحمہ اللہ نے اپنی گفتگو انگریزی زبان میں کرنا شروع کی اور ساتھ ہی ایک مترجم نے مقامی زبان میں اس کا ترجمہ کرنا شروع کیا اور میں آپ رحمہ اللہ کی ایک جانب بیٹھا تھا۔ بارش کی بڑی بڑی بوندیں گرنا شروع ہوئیں، مجمع نے بے چین ہو کر اٹھنا شروع کیا تاکہ وہ اپنے گھروں کو بھاگ سکیں، اتنا بڑا مجمع جب ایک ساتھ اٹھے تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر پریشانی کا باعث ہو سکتا ہے، اس وقت تک جبکہ یہ معاملہ ہوا، مولانا عبد العظیم صدیقی رحمہ اللہ نے صرف عربی میں خطبہ مسنونہ اور اس کے بعد ایک دو جملہ ہی ادا فرمائے تھے، میری حیرت کی انتہا تھی کیونکہ اس وقت تک میں اس راز کو نہیں جانتا تھا جو مولانا جانتے تھے، مولانا نے فرمایا: ”میرے عزیز دوستو! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بس اب بارش رکنے والی ہے، اور جب تک یہ محفل جاری ہے اس وقت تک بارش نہیں ہوگی، تاہم محفل ختم ہونے کے بعد آپ لوگوں کے پاس ”دس منٹ“ ہوں گے کہ آپ اپنے گھروں کو جا سکیں، پھر ایک بہت بڑا طوفان آئے گا، براہ کرم جب محفل ختم ہو جائے تو مجھ سے مصافحہ کرنے کے لیے آگے نہ آئیے گا کیونکہ اس وقت میں نے ہوٹل واپس جانا ہے،“ جب آپ نے یہ اعلان فرمایا تو بارش رُک گئی، اس کے بعد ایک قطرہ بھی بارش کا نہیں گرا، میں اور وہ دیگر لوگ جو آج بھی زندہ ہیں، اس کے گواہ ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے انتہائی مطمئن انداز میں، ایک بہت ہی عمدہ خطاب فرمایا، میں پریشان تھا کہ مولانا نے یہ کیسا جرأت مندانہ اعلان کر دیا ہے گویا کہ میرے سُسر کائنات میں تصرف کر سکتے ہیں اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ آیا مولانا

بھی جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا اعلان کیا ہے اس دوران گرج چمک ہوتی رہی، اور مولانا رحمہ اللہ نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک گفتگو کی، اس دوران مجمع آرام سے بیٹھا رہا، میں یہ بھی سمجھا تھا کہ مولانا اس اعلان کے بعد گفتگو کچھ کم کریں مگر مولانا نے طویل گفتگو کی۔ پھر دیگر کے خطاب اور صدرِ محفل کے اظہارِ تشکر کے بعد محفل ختم ہوئی۔ لوگوں نے منج (اسٹیج) کی طرف بڑھنا شروع کیا تا کہ وہ مولانا عبد العظیم صدیقی رحمہ اللہ سے مصافحہ کر سکیں، تو مولانا رحمہ اللہ نے دوبارہ فرمایا: ”میرے عزیز دوستو! پہلے تو آپ لوگ یہاں سے بھاگ رہے تھے اور کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آسمان میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا میں نے آپ کو آگاہ نہیں کیا تھا، خدا را! مہربانی فرمائیں، آپ کے پاس گھروں کو جانے کے لیے ”دس منٹ“ ہیں اور میں بھی اپنے ہوٹل جا رہا ہوں۔“

پورے دس منٹ بعد شدید طوفان آیا اور دوسری صبح کو پانی قنات کی سڑکوں پر تقریباً چھ سے سات فٹ اونچا کھڑا تھا۔ اس کرامت کو دیکھ کر ہزاروں کیتھولک عیسائی، مسلمان ہوئے۔ یہ 1950ء میں ہوا جس کے گواہ آج بھی زندہ ہیں۔ یہ ہے خلیفۃ اللہ۔۔۔! اور یہ ہے اسلام کا مقصد۔۔۔! اسلام کا مقصد اور کام یہ نہیں ہے کہ (حقائق کو) اندھیرے میں ٹٹولا جائے، بلکہ اسلام کا مقصد اور کام یہ ہے، جس طرح ہمیں قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ: (اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ط)

(ترجمہ: ”اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔“) (سورہ بقرہ: آیت 257)

### اولیائے کرام کا بعد وفات دنیاوی امور میں تصرف کرنا

یعنی وہ انہیں اندھیرے میں نہیں دھکیلتا بلکہ انہیں اُس روشنی کی طرف لاتا ہے جہاں وہ ہر حقیقت کو کماحقہ دیکھ سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں اس ملک میں کچھ لوگ غوث الاعظم رحمہ اللہ (1166-1077ء / 561-470ھ) کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہیں، یقیناً وہ ایسا زری جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں، اسلام کے عظیم مفکر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ اب تک ”اللہ تعالیٰ کے عطا سے“ اس دنیا کے امور میں اس طرح تصرف فرماتے ہیں جیسے کہ وہ زندگی میں فرماتے تھے، جب مقصد یہ ہے کہ خلیفۃ اللہ ہونے کے لیے، اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اخلاق کا رنگ چڑھائیں، تو پھر ”صرف“ فطری عمل ہے۔

## سائنسدان کا تصرف کرنا

یہ ”تصرف“ کس طرح ہوتا ہے۔۔۔؟ ایک سائنسدان بھی تصرف کرتا ہے جب وہ ہوائی جہاز، راکٹ یا مائیکرو فون وغیرہ بناتا ہے، تو وہ ایسی چیز ایجاد کرتا ہے جو وہاں پہلے نہیں تھی۔ یقیناً یہ ایجاد، ان خصوصیات کی وجہ سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے مادوں میں رکھا ہے، نیز اُس دماغ کی وجہ سے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ مگر یہ خلیفۃ اللہ، ”ایک خالق“ کی طرح کام کرتا ہے، پریشان نہ ہوں، قرآن پڑھیں کہ قرآن کریم کہتا ہے: (فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ)۔ (ترجمہ: ”تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔“) (سورۃ مؤمنون: آیت 14)

## تصرف کی تعریف اور اس کے درجات

صرف اللہ تعالیٰ ہی ایک ”حقیقی خالق“ ہے جو پیدا کرتا ہے یعنی جس نے چیزوں کو عدم سے تخلیق کیا، انسان کا کام، ثانوی حیثیت سے ایک طرح کا خالق ہونا ہے۔ انسان نے یقیناً یہ مذکورہ چیزیں، دماغ اور اُن مادوں کی مدد سے بنائی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ جب انسان دنیا میں بھیجا گیا تو پکی سڑکیں، پل اور دیگر نو ایجاد کردہ چیزیں نہ تھیں، انسان نے بطور خلیفۃ اللہ یہ سڑکیں، عمارات اور پل تعمیر کیے، اور بغیر ”تصرف“ کے یہ کام کرنا ممکن نہیں کیونکہ کسی چیز کی شکل و عمل کو تبدیل کرنا ”تصرف“ کہلاتا ہے۔ یہ تصرف کم درجہ کا سائنس میں جبکہ اعلیٰ درجہ کا روحانیت میں ممکن ہے۔ جو لوگ خلیفۃ اللہ کی خصوصیات، روحانی اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندوں کے طور پر حاصل کر لیتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت پھیلانے والے اور ایک ایسا آئینہ بن جاتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس دکھائی دیتا ہے، پھر یہ لوگ سائنسدانوں سے بڑھ کر حیرت انگیز کام کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اقبال (1873-1938ء / 1290-1357ھ) نے کہا ہے:

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اگر ایک شخص حقیقی معنوں میں ”مؤمن“ ہے تو وہ تصویر نہیں بلکہ اُس ذات کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ جیسے اقبال نے کہا:

کوئی بھی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

### غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کا معجزہ

غزوہ بدر میں، جبکہ کفار کی تعداد ایک ہزار تھی اور انکے پاس قوت زیادہ تھی، اور مسلمان رسول کریم ﷺ کے ساتھ تقریباً تین سو تیرہ تھے، رسول کریم ﷺ نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور ان کی طرف پھینکی، جنگ اس کے ساتھ ہی لڑی گئی جیسا کہ قرآن کریم کہتا ہے: (وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ) (ترجمہ: ”اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔“) (سورۃ انفال: آیت 17) کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس پھینکے کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔

میرے دوستو! میں نے جو کچھ بھی بیان کیا یہ وہ ہے جسے میں نے قرآن کریم، نبی کریم ﷺ کی سنت اور تاریخ اسلام کو پڑھ کر سمجھا ہے، جو کچھ بھی کہا گیا اس کا تجربہ کریں، اور کوشش کریں کہ زندگی اور وقت بے کار کاموں میں خرچ نہ ہوں اور نہ اس کام کو کل تک ملتوی کریں۔ ابھی عہد کریں کہ آپ پوری کوشش کریں گے کہ اسلام جس عظمت کو دینے کے لیے آیا ہے وہ حاصل کریں گے، اور وہ یہ ہے (اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ طَغِيرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) آمین۔

وَإِخْرُجُوا دَعْوَانَا إِنَّ الْخِزْيَانَةَ لَنَا وَلَهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○

(27 رجب المرجب 1431ھ، 9 جولائی 2010ء بروز جمعۃ المبارک ترجمہ مکمل ہوا۔)

وَلِلَّهِ الْخِزْيَانُ حَبِيبًا